OPEN ACCESS
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839

Al-Āfāq Islamic Research Journal
http://alaafaqjournal.com/index.php/alaafaq/index
Vol. 04, Issue: 01, June-2024, PP: 190-199

قرآنی احکامات و منہیات کا دائرہ کار: سورۃ الانفال کی روشنی میں عصری معنویت

The Scope of Qur'anic Commands and Prohibitions: Contemporary Relevance in the Light of Surah al-Anfāl

***Abdullah**
Faculty Teacher of Islamic Studies,
Punjab Daanish School, Dera Ghazi Khan, Pakistan.
abdullah1990dgk@gmail.com
****Abdul Samad**
Faculty Teacher of Islamic Studies,
Punjab Daanish School, Dera Ghazi Khan, Pakistan.
asamad1984dgk@gmail.com

Abstract:
The primary objective of the Qur'anic teachings is to align both individual and collective human life with divine guidance rooted in human nature (fiṭrah). The commands (aḥkām) of the Qur'an are divine instructions intended to guide humanity toward righteousness, while the prohibitions (manāhī) are designed to protect individuals and societies from harm. These commands and prohibitions were practically manifested during the life of the Prophet Muhammad (peace be upon him) and continue to hold relevance in today's world. Surah al-Anfāl is a Madinan chapter primarily focused on the internal and external organization of the Muslim community. It discusses themes such as warfare, peace, obedience to the Prophet, the distribution of war booty, and unity among believers. The chapter not only outlines the rulings of combat and strategy but also emphasizes discipline, ethics, and the structure of an Islamic state.

Keywords: *Surah Anfāl, Quranic Chapter, Prohibitions, Commands, Divine Instructions.*

قرآنی خطاب (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا) کی ندا سے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو نوے (90) آیات مقدسہ میں مخاطب بنا کر کچھ خاص ہدایات اور تعلیمات بیان فرمائی ہیں۔ ان تعلیمات قرآنی کا تعلق دین کے مختلف شعبوں یعنی عقائد، عبادات، معاملات، سے ہے اور بالعموم ان خطابات کے بعد قرآن مجید میں احکامات وارد ہوتے ہیں۔ اس مقالہ میں منتخب احکامات اور خطابات کے مابین ربط اور اس کے تفسیری و علمی اثرات کو تحقیقی اسلوب میں پیش کیا گیا ہے، نیز ان احکامات اور خطابات کا اوامر اور نواھی سے تعلق کس نوعیت کا ہے؟ اس پر بھی تفسیری کتب سے دراسہ کرتے ہوئے تحقیق بھی پیش کی گئی ہے:

بنیادی سوال:

1. قرآنی خطاب "یاایھاالذین امنوا" کے سیاقِ امر یا نہی کا تطبیقی یا اطلاقی پہلو کیا ہے؟
2. مذکورہ اصطلاح کے بعد صیغۂ خطاب کے ضمن میں کون کون سی اصناف شامل ہیں، نیز اس کے انفرادی اثرات کی نوعیت کیا ہے؟

طریقہ تحقیق:

1. بیانیہ اور استنباطی طرزِ تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔
2. مختلف تفاسیر اور کتب حدیث سے استغفادہ کیا گیا ہے۔
3. مختلف جامعات اور لائبریریوں کی شائع شدہ مستند کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

سورت الانفال کا مختصر تعارف:

اس سورت مبارکہ کا نام سورہ الانفال ہے، جو کہ اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی مال غنیمت کے ہیں۔ چونکہ سورت کا آغاز انفال یعنی مالِ غنیمت کے احکام سے کیا گیا اور اس سورت کا بیشتر موضوع بھی یہی رہا، اس لئے اس کا نام الانفال رکھا گیا۔ اس سورت میں 75 آیات مبارکات ہیں اور اس

کے دس رکوع ہیں، جبکہ یہ سورۃ مدنی ہے۔ یہ سورہ مبارکہ غزوہ بدر کے فوراً بعد 2 ہجری میں نازل ہوئی۔ اس سورت کے بنیادی موضوعات یہ ہیں:

1. حق اور باطل کی جنگ
2. حق کو باطل سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیئے۔
3. جنگ کا مقصد کسی پر حکومت کرنا یا مال غنیمت حاصل کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کا اصل مقصد خدا کا قانون نافذ کرنا ہے۔
4. امن اور جنگ کے قانون وضع کرنا۔

اوامر و نواھی کے اطلاقات:

امر کا لفظ دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اول یہ فعل کو طلب کرنے کے لیے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ"[1]

"اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے"

اس امر کی جمع اوامر آتی ہے۔ دوسرا یہ کہ کام، حالت اور معاملہ کے لیے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"[2]

"اور معاملات میں ان سے مشورہ لیجئے"

نہی کے معنی روکنے کے ہیں، اسی وجہ سے عقل کو نہیۃ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ آدمی کو ان چیزوں سے روکتی ہے جو اس کی شان کے لائق نہ ہوں۔ اس کی جمع نواہی آتی ہے۔ اصطلاح میں نہی کی تعریف کچھ یوں کی جاتی ہے کہ حاکمانہ انداز میں کسی سے کسی کام سے رکنے کا مطالبہ کرنا، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہیں:

" لا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَينَكُم بِالْبَاطِلِ" [3]

" تم ایک دوسرے مال کو باطل طریقہ سے نہ کھاو"

نہی کسی چیز کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے، نبی ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان کی وجہ سے اس بات کی حقیقت پر سب کا اتفاق ہے۔ فرمان رسول ﷺ:

" وما نهيتكم عنه فاجتنبوه"[4]

" جس چیز سے میں تمہیں روک دوں، اس سے رک جاؤ"

اللہ اور رسول کی دعوت پر استجابہ کا حکم:

اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت پروگرام اور اسے قائم کرنے کے لیے اس سورۃ میں بہت سے اصول بیان کیے گئے ہیں جن پر انسانوں کی کامیابی کا دارومدار ہے اللہ نے پہلا اصول جنگ میں ثابت قدمی کو قرار دیا اور حکم دیا کہ دشمن سے مقابلے کے وقت میدانِ جنگ سے راہ فرار اختیار نہیں کرنا، پھر دوسرا اصول اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ انسانی زندگی سے متعلق کوئی بھی معاملہ ہو، خواہ صلح و جنگ کا مسئلہ ہی کیوں نہ درپیش ہو، ہر حالت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت لازمی ہے فرمایا تم ان اہل کتاب اور منافقین کی طرح نہ ہو جانا جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے حکم الٰہی سن لیا، مگر درحقیقت وہ سنتے ہی نہیں کیونکہ سن کر بھی سنی ان سنی کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے احکام الٰہی کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی پھر فرمایا کہ ایسے لوگ بدترین جانور ہیں جو بہرے گونگے ہیں اور عقل سے کام ہی نہیں لیتے۔[5]

"يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ "[6]

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب رسول تمہیں اس بات کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔ اور یہ بات جان رکھو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان آڑ بن جاتا ہے۔ اور یہ کہ تم سب کو اسی کی طرف اکٹھا کر کے لے جایا جائے گا"[7]

تفسیر مظہری کے مفسر: قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

"اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جبکہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ سدی نے کہا: زندہ کرنے والی چیز سے مراد ہے ایمان' کیونکہ کافر مردہ ہے۔ قتادہ نے کہا: قرآن مراد ہے۔ اسی سے زندگی ' نجات اور دونوں جہان میں عذاب سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ مجاہد نے کہا: حق مراد ہے۔ ابن اسحاق کے نزدیک جہاد مراد ہے' جہاد کے ذریعہ سے ہی اللہ نے ذلت کے بعد عزت عطا فرمائی۔ قتیبی کے نزدیک شہید ہونا مراد ہے۔ شہداء کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: "بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ "[8]

اس تفصیل کے بعد درج ذیل احکامات کا استنباط کیا جاتا ہے:

1. اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم باعثِ حیات و ابدی زندگی
2. ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننا

ابدی زندگی کا نظریہ:

اول بحث میں اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا تھا اب ایک اصول کے طور پر فرمایا گیا ہے اے ایمان والو! اللہ اور رسول کا حکم مانو جب وہ تمہیں بلائیں اور بلانے کی غرض یہ ہے اس چیز کے لیے بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے چونکہ اس سورۃ مبارکہ کا مرکزی موضوع جہاد اور اس کے اصول و ضوابط ہیں اس لیے بادی النظر میں یہاں پر بلانے سے مراد جہاد کی طرف ہی بلانا ہے یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص راہ حق میں شہادت کا درجہ پالیتا ہے، اسے کمال حاصل ہو جاتا ہے اسے نہ صرف ذاتی کمال اور دائمی زندگی حاصل ہو جاتی ہے، اور اس زندگی کا تعلق مجموعی طور پر سب کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ مجاہدین کے خون کو رائیگاں نہیں جانے دیتا اگر وقتی طور پر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شکست بھی ہو جائے پھر بھی جماعت اور ملت میں اس شہادت کے اثرات ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" ولا تقولوا لمن يقتل فی سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون" [9]

"اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم کو شعور نہیں ہے"

کہ انہیں کس قسم کی پر راحت اور باعزت زندگی نصیب ہے عالم برزخ اور عالم آخرت میں تم ان کے بلند و بالا درجات کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اللہ نے شہداء کی تعریف میں یہ بھی فرمایا ہے:

" ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا"[10]

"اللہ کی راہ میں جامِ شہادت نوش کرنے والوں کو مردہ خیال بھی نہ کرو، بلکہ انہیں تو اعلیٰ درجے کی دائمی زندگی حاصل ہے"

اس بحث سے درج ذیل امور کا استنباط کیا جا سکتا ہے؛

1۔ فرض نماز میں بھی نبی کریم ﷺ کے بلانے پر حاضر ہونا واجب ہے، اور نفل نماز میں ماں کے بلانے پر جب کوئی شخص نفل نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی ماں اس کو نماز میں بلائے تو اس پر واجب ہے کہ نماز توڑ کر ماں کے بلانے پر حاضر ہو جائے البتہ باپ کے بلانے پر نفل نماز نہ توڑے۔ امام بیہقی نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ جب تمہاری ماں تمہیں اس حال میں بلائے کہ تم نماز پڑھ رہے ہو تو اس کے پاس حاضر ہو، اور جب تمہیں تمہارا باپ بلائے تو حاضر نہ ہو حتی کہ تم نماز سے فارغ ہو جاؤ[11]۔ محمد بن المنکدر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تمہاری ماں تم کو نماز میں بلائے تو اس کی خدمت میں حاضر ہو اور جب تمہارا باپ بلائے تو حاضر نہ ہو۔[12]

2۔ فرض نماز میں سوائے نبی کریم ﷺ کے اور کسی کے بلانے پر جانا جائز نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بلانے پر حاضر ہونے کی دلیل مذکور الصدر قرآن مجید کی آیت ہے اور درج ذیل احادیث ہیں :

امام بخاری روایت کرتے ہیں :

"حضرت ابو سعید بن معلی بیان کرتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا پس میں حاضر نہیں ہوا۔ (جب میں نے نماز پڑھ لی) تو میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو"۔[13]

امام ابو داود اور امام نسائی نے اس طرح روایت کیا ہے میں نماز پڑھ کر حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا:

"میرے بلانے پر تم کیوں نہیں آئے تھے؟ میں نے عرض کیا میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو"۔[14]

3۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں :

"اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی شخص کو نماز میں بھی بلائیں تو اس پر حاضر ہونا واجب ہے۔ امام شافعی نے کہا اس سے نماز باطل نہیں ہو گی کیونکہ یہ بھی اللہ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ امام رویانی نے یہ کہا ہے کہ نماز میں آپ کے بلانے پر جانا واجب نہیں ہے اور اس سے نماز باطل ہو جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب نمازی یہ دیکھے کہ تاخیر سے کوئی حادثہ ہو جائے گا تو وہ نماز توڑ دے، مثلاً وہ دیکھے کہ ایک نابینا شخص کنوئیں کی سیدھ میں جا رہا ہے اور اگر اس نے اس کو متنبہ نہ کیا تو وہ کنوئیں میں گر جائے گا تو وہ نماز توڑ دے"[15]

رسولِ خدا کی فرماں برداری میں حیات آفریں کا نظریہ:

مسلمانوں کے حق میں کیا چیز حیات آفریں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے حیات آفریں ہو، مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ وہ کیا چیز ہے جو مسلمانوں کے لیے حیات آفریں ہے۔ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کو ان کے اسلام لانے کے بعد قبول حق پر برقرار رہنے کی تلقین فرماتے تھے کیونکہ آپ کے تمام احکام حق تھے اور حضرت ابو سعید بن معلی اور حضرت ابی بن کعب جن کو آپ نے بلا کر یہ آیت سنائی تھی وہ مسلمان ہو چکے تھے۔[16] بنو آدم کے دلوں کو الٹ پلٹ کرنے کا معنی امام بخاری روایت کرتے ہیں ، سیدنا عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اکثر یوں قسم اٹھاتے تھے؛

"لا و مقلب القلوب"[17]

"دلوں کو الٹنے پلٹنے والے کی قسم"

امام ابو عیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی روایت کرتے ہیں کہ شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہ سے پوچھا:

"یا ام المومنین! جب نبی کریم ﷺ کے پاس ہوتے ہیں تو وہ زیادہ تر کس چیز کی دعا کرتے ہیں۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا نبی کریم ﷺ زیادہ تر یہ دعا فرماتے ہیں یا مقلب القلوب! میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ میں نے عرض کیا : یا نبی کریم آپ کس قدر زیادہ یہ دعا کرتے ہیں یا مقلب القلب ثبت قلبی علی دینک! آپ نے فرمایا اے ام سلمہ! ہر آدمی کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے وہ جس دل کو چاہتا ہے سیدھا رکھتا ہے اور جس دل کو چاہتا ہے ٹیڑھا کر دیتا ہے۔ پھر حدیث کے راوی نے یہ آیت تلاوت کی: "ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا"[18]

مسلم علمی تراث میں تقوی کی یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو ایسی سمجھ عطا کر دیتا ہے جو حق اور ناحق میں تمیز کرنے کی اہلیت رکھتی ہے اور گناہ کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ انسان کی عقل خراب کر دیتا ہے جس سے وہ اچھے کو برا اور برے کو اچھا سمجھنے لگتا ہے[19]۔

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ"[20]

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے ساتھ تقوی کی روش اختیار کرو گے تو وہ تمہیں (حق و باطل کی) تمیز عطا کر دے گا اور

تمہاری برائیوں کا کفارہ کر دے گا، اور تمہیں مغفرت سے نوازے گا، اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے"

جنگی اصولوں سے متعلقہ آیات اور مستفاد احکامات:

یہ سورۃ اور اگلی سورۃ توبہ دونوں جہاد کے سلسلے سے تعلق رکھتی ہیں ان سورتوں میں اللہ نے دشمن کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے کے اصول بیان فرمائے ہیں؛ سب سے پہلا اصول ثابت قدمی تھا کہ جب دشمن سے مڈ بھیڑ ہو جائے تو پھر میدانِ جنگ سے بھاگنے کی کوشش نہ کرو بلکہ ثابت قدم رہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قانون مقرر کر دیا کہ دشمن اگر تعداد میں دگنے بھی ہوں تو ان کے خوف سے بھاگنے کی اجازت نہیں ہے جو شخص پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا وہ اکبر الکبائر کا مرتکب ہو کر جہنم کا مستحق ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنگ کا دوسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو لازم پکڑو اور اس سے روگردانی نہ کرو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ یہ بے عقل اور ناسمجھ ہیں بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ یہود اور منافقین کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے احکام سن لیے حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تیسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو جب کہ وہ تمہیں ایسی چیز کی طرف بلاتا ہے جس میں تمہارے لیے ابدی زندگی ہے تعمیل حکم میں سستی نہ کرو، ورنہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے درمیان حائل ہو جائے اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنگ کا چوتھا اور پانچواں اصول بیان فرمایا ہے جس کا تعلق خیانت اور تقویٰ کے ساتھ ہے۔[21] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ. لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ" [22]

" آگاہ ہو جاؤ کہ بے شک اللہ کے اولیاء پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، وہ یہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقوی کرتے ہیں ان کے لیے زندگانی دنیا میں بھی اور آخرت میں بشارت ہے"

اس سورۃ کی ابتداء سے قانونِ صلح وجنگ بیان ہو رہا ہے اور ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے خطاب کر کے فرمایا کہ جب کفار سے تمہاری مڈ بھیڑ ہو جائے:

"فلا تولوهم الادبار "[23]

"تو پشت پھیر کر مت بھاگو"

پھر دوسری بات یہ فرمائی :

" اطيعوا الله ورسوله "[24]

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو"

اللہ نے تیسرا اصول یہ فرمایا کہ اللہ اور رسول کی بات کو قبول کرو جب وہ تمہیں بلائیں، اسی میں تمہاری حیات ہے پھر فرمایا کہ اے اہل ایمان! نہ تو اللہ سے خیانت کرو اور نہ رسول سے اور نہ ہی اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اے ایمان والو! تقوی اختیار کرو اگر ایسا کرو گے تو تمہارے سامنے ہر وقت فیصلہ کن بات رہے گی، اس کے تحت آگے بہت سی باتیں بیان ہوئیں۔[25]

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"[26]

"اے ایمان والو! جب تمہارا کسی گروہ سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو، اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو، تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو"[27]

تنازعہ کی ممانعت:

آپس میں جھگڑا تنازعہ نہ کرو اتفاق واتحاد قائم کرو کیونکہ اتحاد کامیابی کا ذریعہ ہے، آپس کے تنازعہ کے متعلق قرآن پاک میں یہ اصول بھی موجود ہے:

" فان تنازعتم فی شئ فردوه الی الله والرسول " [28]

"ایسے تنازعہ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو"

میدانِ جنگ سے بھاگنے کی ممانعت:

اے ایمان والو! جب جنگ میں تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو۔ اور جس شخص نے جنگ کی حکمت عملی یا ایک جماعت سے ملنے (کے قصد) کے بغیر میدان جنگ سے پیٹھ پھیرے تو بیشک وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے"[29]

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ"[30]

"اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہارا آمنا سامنا ہو جائے، جبکہ وہ چڑھائی کر کے آرہے ہوں، تو ان کو پیٹھ مت دکھاؤ، اور جو شخص اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا، سوائے اس کے جو جنگ (ہی) کے لئے کوئی داؤ چل رہا ہو یا اپنے (ہی) کسی لشکر سے (تعاون کے لئے) ملنا چاہتا ہو، تو واقعتاً وہ اللہ کے غضب کے ساتھ پلٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ (بہت ہی) برا ٹھکانا ہے"[31]

اس آیت کا منشا یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی فوج کی پسپائی جنگ کی کسی حکمت عملی کی بنا پر ہو، مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ موثر ہو تو اس صورت میں مسلمان فوج کا پسپا ہونا جائز ہے۔ اور جواز کی دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمان سپاہیوں کی ایک جماعت مرکزی فوج سے بچھڑ گئی ہے اب وہ اپنے بچاؤ کے لیے پسپا ہو کر مرکزی فوج سے ملنا چاہتی ہے تو اس قسم کی پسپائی بھی جائز ہے، مسلح فوج کا میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنا صرف اس صورت میں ناجائز اور حرام ہے جبکہ وہ بزدلی سے محض جنگ سے بچنے کی خاطر میدان جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگے۔

ہلاکت والی امور سے اجتناب:

میدان جنگ سے بھاگنے کی ممانعت قیامت تک کے لیے عام ہے یا یوم بدر کے ساتھ مخصوص ہے، اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ میدان جنگ سے بھاگنے کی ممانعت یوم بدر کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ ممانعت قیامت تک کے لیے ہے۔ ابو نضرہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا یہ ممانعت یوم بدر کے ساتھ مخصوص تھی اور مسلمانوں کے لیے اس بھاگنا جائز نہ تھا، اور اگر وہ بھاگتے تو مشرکین ہی کی سمت بھاگتے، کیونکہ روئے زمین پر اس وقت ان کے سوا اور کوئی مسلمان نہ تھا۔[32] حضرت ابو سعید نے کہا یہ آیت خصوصیت سے اہل بدر کے متعلق ہے۔[33] اور اگر دشمن کی تعداد دگنی ہو یا دگنی سے کم ہو اور پھر کوئی مسلمان جنگ سے بچنے کی کوشش کے لیے دشمن سے پیٹھ موڑ کر بھاگے تو اس کا یہ فعل ناجائز اور حرام ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، اس کو معاف کر دے گا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا:

"استغفر الله الذى لا اله الا هو الحى القيوم واتوب عليه"34

تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی خواہ وہ میدان جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگا ہو۔ میدان جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا بہت سخت گناہ اور اکبر الکبائر میں سے ہے۔ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے اجتناب کرو، پوچھا گیا یا نبی کریم! وہ کون کون سی چیزیں ہیں، آپ نے فرمایا:

1. اللہ کا شریک بنانا
2. جادو کرنا۔
3. جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا۔
4. یتیم کا مال کھانا۔
5. سود کھانا۔
6. جنگ کے دن دشمن سے پیٹھ پھیرنا۔

7. بھولی بھالی پاک دامن مسلمان عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔[35]

امانتوں میں خیانت نا کرنے کا حکم:

یہ سورۃ اور اگلی سورۃ توبہ دونوں جہاد کے سلسلے سے تعلق رکھتی ہیں ان سورتوں میں اللہ نے دشمن کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے کے اصول بیان فرمائے ہیں سب سے پہلا اصول ثابت قدمی تھا کہ جب دشمن سے مڈ بھیڑ ہو جائے تو پھر میدانِ جنگ سے بھاگنے کی کوشش نہ کرو بلکہ ثابت قدم رہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قانون مقرر کر دیا کہ دشمن اگر تعداد میں دگنے بھی ہوں تو ان کے خوف سے بھاگنے کی اجازت نہیں ہے جو شخص پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا وہ اکبر الکبائر کا مرتکب ہو کر جہنم کا مستحق ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنگ کا دوسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو لازم پکڑو اور اس سے روگردانی نہ کرو فرمایا یہود اور منافقین کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے احکام سن لیے حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تیسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو جب کہ وہ تمہیں ایسی چیز کی طرف بلاتا ہے جس میں تمہارے لیے ابدی زندگی ہے تعمیل حکم میں سستی نہ کرو،[36]۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"[37]

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے بے وفائی نہ کرنا، اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہونا"[38]

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے، ابو مرثد کو اور حضرت زبیر کو بھیجا۔ ہم سب گھوڑوں پر سوار تھے، آپ نے فرمایا یہاں سے روانہ ہوں اور روضہ خاخ پر پہنچ جائیں۔ وہاں مشرکین کی ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا مشرکین کی طرف لکھا ہوا ایک خط ہو گا۔ ہم نے اس عورت کا پیچھا کیا جس جگہ کی نبی کریم ﷺ نے نشاندہی کی تھی وہاں وہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر جا رہی تھی۔ ہم نے اس سے کہا وہ خط لاؤ اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھالیا اور اس کی تلاشی لی، ہمیں اس کے پاس سے خط نہیں ملا۔ ہم نے کہا نبی کریم ﷺ نے غلط نہیں فرمایا تھا تم وہ خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔ جب اس نے دیکھا کہ ہم اس معاملہ میں بالکل سنجیدہ ہیں تو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر ہمیں دیا۔ ہم وہ خط لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا نبی کریم! اس شخص نے اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے، آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس کی گردن اتار دوں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت حاطب سے پوچھا تم نے کس وجہ سے یہ کام کیا؟ حضرت حاطب نے کہا اللہ کی قسم! میرے دل میں یہ نہیں تھا کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والا نہ رہوں، میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ میرا ان مشرکین پر کوئی احسان ہو جائے اس احسان کی وجہ سے اللہ میرے اہل اور مال سے ان کے شر کو دور رکھے اور آپ کے اصحاب میں سے ہر شخص کا وہاں کوئی قبیلہ ہے جس کی وجہ سے اللہ ان کے اہل اور ان کے مال سے کافروں کے شر کو دور رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اور اس کے حق میں سوائے خیر کے اور کوئی کلمہ نہ کہنا۔ حضرت عمر نے کہا اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ اہل بدر سے نہیں ہے اور بیشک اللہ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہارے لیے جنت کو واجب کر دیا ہے۔ یا فرمایا میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔[39]

سیدنا ابولبابہ انصاری کی توبہ:

بنو قریظہ نے نبی کریم ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس ابولباب بن عبد المنذر کو بھیجیں، ان کا تعلق بنو عمرو بن عورف سے تھا اور یہ اوس کے حلیف تھے۔ (ان کے نام میں اختلاف ہے، رفاعہ، مبشر اور بشیر تین قول ہیں۔ آپ حضرت علی کی خلافت تک زندہ رہے۔[40]) تاکہ ہم اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کریں۔ پس نبی کریم ﷺ نے حضرت ابولبابہ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا، جب بنو قریظہ نے ان کو دیکھا تو ان کے مرد ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور ان کی عورتیں فریاد کرنے لگیں، اور بچے ان کے سامنے رونے لگے۔ یہ دیکھ کر ان کے لیے حضرت ابولبابہ کا دل نرم ہو گیا۔ بنو قریظہ نے ان سے کہا اے ابولبابہ آپ کا کیا مشورہ ہے کیا ہم محمد ﷺ کے حکم پر قلعہ سے نکل آئیں؟ انہوں نے کہا ہاں! اور ہاتھ سے اپنے گلے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہ تم کو

ذبح کر دیں گے۔ حضرت ابولبابہ نے کہا اللہ کی قسم ابھی میں میں نے وہاں سے قدم نہیں اٹھائے تھے کہ میں نے یہ جان لیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔ پھر حضرت ابولبابہ سیدھے واپس گئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے حتی کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور کہا میں اس وقت تک بندھا رہوں گا جب تک کہ میری اس خیانت پر اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہیں فرما لیتا، اور میں آئندہ کبھی بنو قریظہ کے پاس نہیں جاؤں گا۔ حضرت ابولبابہ ستون کے ساتھ چھ راتیں بندھے رہے، ان کی بیوی ہر نماز کے وقت آکر انہیں کھول دیتی تھیں وہ نماز پڑھتے اور پھر ستون کے ساتھ بندھ جاتے۔[41] حضرت ابولبابہ کی توبہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی، وہ یہ ہے:

" واخرون اعترفوا بذنوبهم خلطو عملا صالحا واخر سيئا عسى الله ان يتوب عليهم ان الله غور رحيم "[42]

"اور دوسرے مسلمان جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا، انہوں نے کچھ نیک کاموں کو کچھ برے کاموں کے ساتھ ملا لیا، عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے"

حقوق اللہ میں خیانت کا تصور اور اثرات:

اللہ تعالیٰ سے خیانت کرنے کا مفہوم بڑا وسیع ہے جنگ کی صورت میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے اور اس میں خیانت قطعاً روا نہیں۔ مالِ غنیمت کا مفصل قانون تو آگے اسی سورۃ میں آرہا ہے تاہم اجمالی طور پر سورۃ کی ابتدائی آیت میں بھی فرمایا گیا ہے: یعنی مال غنیمت تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو اس کے حکم کے مطابق اس کا نبی تقسیم کریگا۔ مالِ غنیمت میں خیانت سے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

" شراک من النار وشراكان من النار "[43]

" اگر مال غنیمت میں ایک تسمی یا دو تسمے بھی بغیر اجازت کے اٹھائے گا تو جہنم کا باعث ہو گا"

حقوق العباد میں خیانت کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

" المستشار موتمن "[44]

" جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے"

لہٰذا کسی کو غلط مشورہ نہیں دینا چاہیے بلکہ اپنی صوابدید کے مطابق صحیح صحیح مشورہ دینا چاہیے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی کو غلط مشورہ دے گا تو وہ اس کے حق میں خیانت کا مرتکب ہو گا۔ حقوق العباد کے سلسلے میں خیانت کی مثالیں عام طور پر دیکھنے میں آتی رہتی ہیں ۔

@ 2024 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

حوالہ جات

[1] القرآن، طٰہٰ:132۔

[2] القرآن، آل عمران:159۔

[3] القرآن، البقرہ:188۔

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی (لاہور: اسلامی کتب خانہ، 2015ء) الرقم:2679۔

[5] مولانا عبد الحمید سواتی، معالم العرفان (گوجرانوالہ: مکتبہ دروس القرآن 1434ھ)، 9: 84۔

[6] القرآن، الانفال:24۔

[7] مفتی محمد تقی، آسان ترجمۃ القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، اپریل 2011ء)، 1: 530۔

[8] القرآن، آل عمران:169۔

[9] القرآن، البقرہ:154۔

[10] القرآن، آل عمران:169۔

[11] امام ابی بکر احمد بن الحسین البیہقی، شعب الایمان (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1410ھ)، الرقم:7883۔

[12] امام ابن شیبہ، مصنف ابن شیبہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1416ھ)، الرقم:8014۔

[13] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری (ریاض: دار السلام، 1991ء)، الرقم:5006۔

[14] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری (ریاض: دار السلام، 1991ء)، الرقم:5006۔

[15] علامہ شہاب الدین محمود آلوسی، روح المعانی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1415ھ)، 9: 191

[16] محمد بن عبد الرحمٰن، جامع البیان (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1415ھ)، 9: 283۔

[17] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری (ریاض: دار السلام، 1991ء)، الرقم:7391۔

[18] القرآن، آل عمران:8۔

[19] مفتی محمد تقی، آسان ترجمۃ القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، اپریل 2011ء)، 1: 530۔

[20] القرآن، الانفال:29۔

[21] مولانا عبد الحمید سواتی، معالم العرفان (گوجرانوالہ: مکتبہ دروس القرآن 1434ھ)، 9: 99

[22] القرآن، یونس:62۔

[23] القرآن، الانفال:15۔

[24] ایضاً:20۔

[25] مولانا عبد الحمید سواتی، معالم العرفان (گوجرانوالہ: مکتبہ دروس القرآن 1434ھ)، 9: 85۔

[26] القرآن، الانفال:45۔

[27] مفتی محمد تقی، آسان ترجمۃ القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، اپریل 2011ء)، 1: 545۔

[28] القرآن، البقرہ:2۔

[29] مولانا غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن (دہلی: مکتبہ رضویہ، 2008ء)، 4: 572۔

[30] القرآن، الانفال:15۔

[31] مفتی محمد تقی، آسان ترجمۃ القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، اپریل 2011ء)، 1: 522۔

[32] محمد بن عبد الرحمٰن، جامع البیان (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1415ھ)، 9: 266۔

[33] ابو الحاتم الرازی، تفسیر امام ابن ابی حاتم (مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، 1418ھ)، 1: 280۔

[34] سلیمان بن اشعث سجستانی، ابو داود (بیروت: دار الفکر، 1412ھ)، الرقم:1517۔

[35] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری (ریاض: دار السلام، 1991ء)، الرقم:2766۔

[36] مولانا عبد الحمید سواتی، معالم العرفان (گوجرانوالہ: مکتبہ دروس القرآن 1434ھ)، 9: 96۔

[37] القرآن، الانفال:28۔

[38] مفتی محمد تقی، آسان ترجمۃ القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، اپریل 2011ء)، 1: 530۔

[39] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری (ریاض: دار السلام، 1991ء)، الرقم:3983۔

[40] امام یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر، الاستیعاب (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1415ھ)، الرقم:3180۔

[41] محمد بن عبد الرحمٰن، جامع البیان (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1415ھ)، 6: 260۔

[42] القرآن، التوبہ:102۔

[43] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی (لاہور: اسلامی کتب خانہ، 2015ء) الرقم: 2574۔

[44] ایضا، الرقم: 2823۔